© rasailojaraid.com

مرزا کی زبانی سن چکے ہیں کہ جس مشاعرہ میں ان پہ اعتراضات کئے گئے، اس میں پانچ ہزار کا مجمع تھا۔ میرا اندازہ ہے کہ مدرسہ کا اندرونی صحن پانچ ہزار کے لگ بھگ مجمع کے لئے جائے تنگ است و مرداں بسیار کا مصداق ہے۔ اس صحن میں اتنے بڑے مجمع کے لئے گنجائش نہیں نکل سکتی ہے۔

اس سلسلہ میں یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ مرزا غالب نے کلکتہ کا سفر جس مقصد سے کیا تھا اس میں کامیابی کا راستہ کچھ اسی طرح ہموار ہو سکتا تھا کہ فورٹ ولیم کالج کے ارباب علم و ادب سے تعلق و تعارف پیدا کیا جائے۔ لہٰذا یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے کہ غالب فورٹ ولیم کالج سے یکسر بے تعلق رہ گئے ہوں۔ علی الخصوص جبکہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ فورٹ ولیم کالج مرزا غالب کی مراجعت کے بعد بھی ایک عرصہ تک کمپنی کے ارباب بسط و کشاد کی مخالفتوں کے باوجود اپنی بیشتر روایات کے ساتھ قائم رہا۔ مثنوی باد مخالف کے نسخے جن لوگوں کے پاس گویا بطور معذرت نامہ بھیجے گئے تھے ان کے نام خود مرزا غالب نے بتا دیئے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا تعلق مدرسۂ عالیہ کلکتہ سے ثابت نہیں اس کے برعکس مولوی کرم حسین بلگرامی فورٹ ولیم کالج کے قدیم کارپرداز نظر آتے ہیں جو اواخر مئی ۱۸۳۰ء تک یقیناً کالج کے میر منشی رہے اور یکم جون ۱۸۳۰ء سے سو روپیہ پنشن پر متعلقہ خدمت سے سبکدوش کئے گئے۔[۱]

---

[۱] فورٹ ولیم کالج کے عملہ میں تخفیف کا فیصلہ خط مورخہ ۲۳ فروری ۱۸۳۰ء کی رو سے کیا گیا اور اس کا نفاذ یکم جون ۱۸۳۰ء سے عمل میں آیا۔ شعبۂ فارسی میں کرم حسین بلگرامی کے علاوہ عبدالرحیم، نذر اللہ، بدر علی معرض تخفیف میں آئے۔ شعبۂ ہندی کے تارنی چرن، میر بخش علی، مرتضیٰ خان اور شعبۂ بنگلہ کے رام کمار، اور گنگادھر، اسی تاریخ سے سبکدوش کئے گئے۔ اور ہر ایک کی پنشن مقرر ہو گئی اور آئندہ کے لیے طے کر دیا گیا کہ کالج کا عملہ سکریٹری، عہدہ داکٹر احمد پر مشتمل ہو گا جس میں بہت محدود اور ناگزیر تعداد منشیوں اور پنڈتوں کی شا[illegible]

باقی اگلے صفحہ پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولوی عبدالقادر رامپوری اگر دہی مفتی عبدالقادر غمگین ہیں جن کا ذکر شوق نے کیا ہے: تو وہ بھی قطعاً کمپنی کے کارپردازانِ قدیم سے تھے۔ صرف مولوی نعمت علی عظیم آبادی کا حال کچھ نہیں کھلتا، پھر بھی کلکتہ مدرسہ سے اُن کا رشتہ جوڑنا خلاف واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ اگر یہ مشاعرہ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے زیر اہتمام ہوا تھا تو مثنوی کے نسخوں کا مدرسہ سے وابستہ حضرات میں سے کسی ایک کے پاس نہ بھیج کر فورٹ ولیم کالج اور کمپنی کے راست خدمت گزاروں کے پاس بھیجنے کے کیا معنی ہو سکتے ہیں!

مذکورہ بالا دلائل و وجوہ کی روشنی میں ہمیں اس عام خیال سے اتفاق کرنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، کہ مرزا غالب نے جس مشاعرہ میں شرکت کی تھی، وہ مدرسہ عالیہ ولزلی اسکوائر میں منعقد ہوا تھا۔ جبکہ پیش کردہ دلائل سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس مدرسہ سرکار کمپنی میں ہر انگریزی مہینے کے پہلے اتوار کو مشاعرہ کا اہتمام کیا جاتا تھا اس سے فورٹ ولیم کالج ہی مراد لیا جاسکتا ہے۔ فقط

(حاشیے) (دیکھیے: BENGAL PAST AND PRESENT: XXII, 138-141)

غالب کے قیام کلکتہ کے زمانے میں فورٹ ولیم کالج کا سکریٹری DAVID RUDDLE. فارسی زبان کے شیدائیوں میں تھا۔ ۱۸۲۳ء میں اس عہدہ پر مقرر ہوا اور ۱۱ر جنوری ۱۸۳۲ء میں مستعفی ہو کر یورپ چلا گیا۔ دوبارہ ایران ہو کر ہندوستان آرہا تھا کہ ۱۶۔ دسمبر ۱۸۳۵ء کو شیراز پہنچ کر فوت ہو گیا۔

فورٹ ولیم کالج کے لیے جو عمارت مخصوص تھی اس کا محل وقوع ڈلہوزی اسکوائر کے جنوبی سمت، کونسل ہاؤس اسٹریٹ کا ایک گوشہ تھا اسی عمارت کے بالمقابل ایک دوسری عمارت بھی کالج کی ضروریات کے لئے مصرف میں لی گئی تھی اور دونوں عمارتوں کو ایک گیلری کے ذریعہ ملا دیا گیا تھا۔

ملاحظہ ہو: H-E-A-COTTON, CALCUTTA OLD AND NEW P. 234, CALCUTTA-1907

۲۴۔ فروری ۱۸۵۴ء کو فورٹ ولیم کالج حکماً بند کر دیا گیا اور اس کی جگہ بورڈ آف اکزامنرز قائم ہوا۔ لیکن فورٹ ولیم کالج کا نام آئندہ ایک عرصہ تک بعض ذمہ دار عہدہ داروں کی تحریروں میں نظر آتا ہے۔ ولیم ناسولیس نے فتوح الشام ازدی کا انگریزی دیباچہ یکم جولائی ۱۸۵۴ء کو لکھتے ہوئے اخیر میں لکھا ہے۔ FORT WILLIAM COLLEGE, 1st JULY, 1854 دیباچہ میں مولوی کبیرالدین احمد کی امداد کا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے:

IN THIS I WAS MUCH ASSISTED BY MAULVI KABIR UDDIN AHMED OF THE COLLEGE OF FORT WILLIAM (PREFACE, VI)

مولوی کبیرالدین احمد اور ناسولیس کے اشتراک عمل سے طلبۂ اینگلو پرشین ڈیپارٹمنٹ (کلکتہ مدرسہ) کے لئے ایک فارسی انتخاب بہ نام عقد گل مرتب ہوا تھا۔ اس کے انگریزی دیباچہ کے آخر میں ملتا ہے:

COLLEGE OF FORT WILLIAM, 1st SEPTEMBER, 1863

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غالب اور معراج الخیال

ڈاکٹر شریف حسین صاحب قاسمی، ایم۔ اے شعبۂ فارسی، دھلی یونیورسٹی

سید میروزیر علی عبرتی عظیم آبادی، انیسویں صدی عیسوی کے ایک برجستہ فارسی مصنفین میں سے ہیں۔ فارسی میں ان کی تقریباً سترہ تالیفات آج بھی محفوظ ہیں اور ان کے علاوہ کچھ اب دستیاب نہیں ہوتیں۔ ہمیں اس وقت عبرتی کی دیگر تصانیف سے سروکار نہیں، البتہ ان کے تذکرہ "معراج الخیال" میں غالب کے ترجمہ کو پیش کرنا مقصود ہے۔

عبرتی نے دو تذکرے فارسی میں تصنیف کیے ہیں۔ ایک تذکرہ معراج الخیال[1] ہے جو فارسی شعرا کے حالات پر مشتمل ہے۔ دوسرا تذکرہ "ریاض الافکار" ہے جس میں ۱۵ فارسی نثر نگاروں کے ترجمے شامل ہیں "ریاض الافکار" کا مختصر تعارف نثار احمد فاروقی اپنے ایک مضمون بعنوان "غالب اور ریاض الافکار"[2] میں جو اسی موقر رسالہ کے ایک پچھلے شمارہ میں چھپا تھا، کرا چکے ہیں۔

---

(۱) ایشیاٹک سوسائٹی، شمار مخطوطہ ۷۰ ، یہ صاف ستھرے نستعلیق میں لکھا گیا ہے اور اس کا سائز ۸ x ۱۱ ہے۔

(۲) فاروقی صاحب کا یہ مضمون، اُن کی تصنیف "تلاش غالب" (ص ۱۹۵ - ۱۹۹) میں شامل ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معراج الخیال ۲۰۵ شعرا کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس میں شامل بیشتر شعرا اٹھارویں صدی عیسوی کے اواخر اور انیسویں صدی عیسوی کے اوائل سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ تذکرہ ۱۸۴۱ء/ ۱۲۵۷ھ میں مکمل ہوا۔ عبرتی نے اس موقع کی مناسبت سے ایک تاریخی قطعہ کہا ہے جو "معراج الخیال" میں موجود ہے اور اس قطعہ کے مندرجہ ذیل شعر میں "نظم روانی" سے یہ سنہ برآمد ہوتا ہے:

چو فکر سال ترتیبش نمودم — چکید از خامہ ام نظم روانی (۱)

۱۲۵۷

اس کے برخلاف عبرتی نے "ریاض الافکار" ۲-۱۸۵۱/ ۱۲۶۸ میں لکھنا شروع کیا اور اسی سال اسے مکمل کرلیا۔ یعنی "ریاض الافکار" "معراج الخیال" سے گیارہ سال بعد معرضِ وجود میں آیا۔ مزید برآں عبرتی نے غالب کے متعلق جو کچھ "معراج الخیال" میں لکھا ہے وہ مفصل تر ہے اور "ریاض الافکار" میں شامل غالب کا ترجمہ اسی کا اقتباس ہے۔

عبرتی شخصاً غالب سے نہ مل سکے لیکن عبرتی نے اپنے دونوں تذکروں میں غالب کا ذکر بہت احترام سے کیا ہے "معراج الخیال" سے پتہ چلتا ہے کہ غالب کے شاگرد خواجہ حیدر جان متخلص بشائق (۲) سے عبرتی ملے تھے اور شائق نے عبرتی سے اپنے

۱۔ معراج الخیال": ورق ۸۵ الف

۲۔ ان کا نام خواجہ فیض الدین عرف حیدر جان اور تخلص شائق تھا۔ یہ جہانگیر نگر (ڈھاکہ) کے رہنے والے تھے اور ۳-۱۸۵۲/ ۱۲۶۹ میں فوت ہوئے: تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تلامذۂ غالب: (مالک رام)، مرکز تصنیف و تالیف، نکودر، ص ۱۶۸۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

استاد کی بہت تعریف وصیف کی تھی۔ لیکن یہ امر تعجب ہے کہ عبرتی اپنے دونوں تذکروں میں غالب کی جائے پیدائش "دارالسلطنۃ دہلی" بتاتے ہیں جو درست نہیں بہرحال اس طرح کا تساہل فارسی اور اردو کے بیشتر تذکروں میں نظر آتا ہے۔

معراج الخیال میں غالب کا ترجمہ اس وجہ سے اہم ہے کہ اس میں ایک ہمعصر شاعر اور مصنف نے غالب کے ساتھ کلکتہ میں پیش آنے والے ادبی معرکہ کا نہ صرف ذکر کیا ہے بلکہ اس سلسلے میں اپنی رائے دی ہے اور معترضین پر غالب کی بالادستی کا اعتراف کیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ وہ لوگ جو غالب کو مرزا قتیل پر ترجیح دیتے ہیں وہ تکلف سے کام لیتے ہیں یعنی انصاف نہیں کرتے۔

عبرتی نے کلکتہ میں رونما ہونے والے معرکہ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ اہمیت کا حامل ہے۔ چونکہ عبرتی اس وقعہ کے صرف تین سال بعد ۲-۱۸۳۱/۱۲۴۸ میں کلکتہ گئے تھے[1] اور ظاہر ہے کہ عبرتی نے اس واقعہ کے ردعمل کو خود مشاہدہ کیا ہوگا۔

اس کے علاوہ کہا جاتا ہے کہ شائق کلکتہ اور دہلی آئے تھے اور کلکتہ میں ہی غالب سے ان کی ملاقات ہوئی[2]۔ چونکہ غالب کی کلکتہ سے واپسی کے صرف تین سال بعد عبرتی کلکتہ پہنچے تھے اور ممکن ہے کہ شائق اس عرصہ تک کلکتہ میں مقیم رہے ہوں اس لئے غالباً حیدر جان شائق سے عبرتی کی ملاقات کلکتہ میں ہوئی تھی۔

عبرتی نے غالب کی فارسی اور اردو نظم و نثر کی بہت تعریف کی ہے بہرحال "معراج الخیال" میں غالب کے ترجمہ کو یہاں نقل کیا جارہا ہے تاکہ غالب کے فن کے متعلق ان کے ایک ہم عصر کے خیالات کا علم ہوسکے: "غالب: اسم شریف آن نغز کلام، معنی تلاش، اسد اللہ خاں است: مولد حمیدہ اش خاک جوہر خیز دارالسلطنۃ دہلی، تبقریبی از شاہ جہاں آباد وارد شہر کلکتہ گشت[3] سخن فہمانِ کلکتہ

(۱) عبرتی نے اپنی مختصر سوانح حیات اپنی ایک تصنیف حملۂ سکندری (رامپور لائبریری، شمار ۲۴۹۲) میں لکھی ہے۔ (۲) تلامذۂ غالب، ص، ۱۶۸۔

(۳) غالب اپنی پنشن سے متعلق مقدمہ کی پیروی کے لیے ۱۸۲۸ء میں کلکتہ گئے تھے: ذکرِ غالب (طبع سوم) ص: ۵۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پی ہمہ دانی آن سیف لسان نبردہ، حریفانہ آویزشی باد کردند، چون آن مغتنم روزگار خیلی سخن رس و ماہر این فن بود، کسی را از انجماعہ بر خود دستی نداد، بلکہ ہمہ را مہر سکوت بر لب نیسان نہاد۔ چنانچہ مختصر مسنوے کہ در مناظرہ اہل کلکتہ بنظم درآوردہ شاہد این مقال است۔ مگر بعض سخن شناسان کہ بر مرزا قتیل آن عالی افکار را جیح مید ہند، خالی از تکلف نمی نماید۔ بن محرر اوراق را ہم چیزی نظم و نثر آن سعنی یاب بر بیاضی بنظر درآمدہ۔ البتہ در پارسی زبان شعری از خامہ فصاحت بارش نمیچکد کہ یاران ہم عصر را دل از فکر شعری سرد میکند و نثری از قلم بلاغت نگارش می ریزد کہ تنگ نگاہان این فن سپند از مردم دیدہ بر آن می سوزند و ہمچنان در ہندی زبان ہم از خوشگویان ادا بندمی باید ش پنداشت۔ از زبان خواجہ حیدر جان متخلص بشائق کہ از شاگردان عالی گفتار باشد، شنودیم کہ خیلی وارستہ مزاج وآزادانہ طبیعت زیست فرمودی، بہر بزمی کہ تشریف دادی، پردہ گوش اہل بزم از رنگین مقالی خویش رشک فصل بہاران ساختی۔ تادم تحریر این تذکرہ بشاہجہان آباد بعیش وکامرانی میگذارد۔ جز این چند سطر از حال خجستہ مالش، بگوشم نخوردہ کہ زیب رقم میدادم، از ان غالب عرصہ سخندانی است" (۲) عبرتی نے "معراج الخیال" میں غالب کی جو غزل نقل کی ہے اس میں صرف پانچ شعر ہیں۔ اس کے برخلاف ضیاء الدین احمد خان نیر کے مرتبہ غالب کے فارسی دیوان اور نولکشور کی مطبوعہ غالب کی فارسی کلیاتِ نظم میں اس غزل کے بارہ شعر ملتے ہیں جو شعر عبرتی نے نقل کیے ہیں وہ بغیر کسی اختلاف کے ان دونوں متذکرہ دیوان اور کلیات میں موجود ہیں "معراج الخیال" میں موجود غزل ذیل میں نقل کی جارہی ہے:

جنون مستم بفصل نو بہارم میتوان کشتن　　صراحی بر کف وگل در کنارم میتوان کشتن
تغافلہای یارم زندہ دارد ورنہ در بزمش　　بجرمِ گریۂ بی اختیارم میتوان کشتن
جفا بر چون فنی کم کن بگر کشتن ہوس باشد　　بذوقِ مژدۂ بوس وکنارم میتوان کشتن
بجرم اینکہ در مستی بپایان بردہ ام عمری　　بکوی میفروشان در خمارم میتوان کشتن
گرفتم یار باشد بی نیاز از کشتنم غالب　　بدردِ بی نیازیہای یارم میتوان کشتن

(۱) یہ بیاض عبرتی کے دوست میر ذوالفقار علی نے ترتیب دی تھی: ریاض الافکار، ۱۴۷ الف۔ بحوالہ تلاش غالب، ص ۱۹۸) (۲) معراج الخیال: ۵۱ ب و ۵۲ ا۔

© rasailojaraid.com